دینِ ابراہیمؑ اور ریاست اسرائیل

قرآن مجید کی روشنی میں

تالیف : عمران این حسین ـــــــ اردو ترجمہ : سید افتخار احمد

باب اول

تورات اور سرزمین فلسطین

تورات میں "کتابِ پیدائش" سے ہی پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام سے خطاب فرمایا کہ :

"میں خداوند ہوں جو تجھے کسدیوں کے اُور سے نکال لایا کہ تجھ کو یہ ملک میراث میں دوں"۔ (پیدائش ۱۵:۷)

"اسی روز خداوند نے ابراہام سے عہد کیا اور فرمایا کہ یہ ملک دریائے مصر سے لے کر اس بڑے دریا یعنی دریائے فرات تک میں نے تیری اولاد کو دے دیا"۔

(پیدائش ۱۵ : ۱۸)

"اور میں اپنے اور تیرے درمیان اور تیرے بعد تیری نسل کے درمیان ان کی سب پشتوں کے لئے اپنا عہد جو ابدی عہد ہوگا باندھوں گا' تاکہ میں تیرا اور تیرے بعد تیری نسل کا خدا رہوں۔ اور میں تجھ کو اور تیرے بعد تیری نسل کو کنعان کا تمام ملک' جس میں تو پردیسی ہے' ایسا دوں گا کہ وہ دائمی ملکیت ہو جائے اور میں ان کا خدا ہوں گا"۔ (پیدائش ۱۷ : ۷-۸)

اس کے بعد "گنتی" کی کتاب سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے بنی اسرائیل کو ہدایات کے دوران خطاب فرمایا کہ:

"بنی اسرائیل سے یہ کہہ دے کہ جب تم یردن کو عبور کر کے ملک کنعان میں داخل ہو تو تم اس ملک کے سب باشندوں کو وہاں سے نکال دینا۔ اور ان کے شبیہ دار

پتھروں کو اور ان کے ڈھالے ہوئے بتوں کو توڑ ڈالنا اور ان کے سب اونچے مقاموں کو مسمار کر دینا۔ اور تم اس ملک پر قبضہ کر کے اس میں بسنا' کیونکہ میں نے وہ ملک تم کو دیا ہے کہ تم اس کے مالک بنو۔ اور تم قرعہ ڈال کر اس ملک کو اپنے گھرانوں میں میراث کے طور پر بانٹ لینا۔ جس خاندان میں زیادہ آدمی ہوں اس کو زیادہ اور جس میں تھوڑے ہوں اس کو تھوڑی میراث دینا' اور جس آدمی کا قرعہ جس جگہ کے لئے نکلے وہی اس کو حصہ میں ملے۔ تم اپنے آبائی قبائل کے مطابق اپنی اپنی میراث لینا۔ لیکن اگر تم اس ملک کے باشندوں کو اپنے آگے سے دور نہ کرو تو جس کو تم باقی رہنے دو گے وہ تمہاری آنکھوں میں خار اور تمہارے پہلوؤں میں کانٹے ہوں گے اور اس ملک میں جہاں تم بسو گے تم کو دق کریں گے اور آخر کار یوں ہو گا کہ جیسا میں نے ان کے ساتھ کرنے کا ارادہ کیا ویسا ہی تم سے کروں گا"۔ (گنتی ۳۳ : ۵۱-۵۶)

"بنی اسرائیل کو حکم کر اور ان کو کہہ دے کہ جب تم ملک کنعان میں داخل ہو' یہ وہی ملک ہے جو تمہاری میراث ہو گا یعنی کنعان کا ملک مع اپنی حدود اربعہ کے' تو تمہاری جنوبی سمت دشت صین سے لے کر ملک ادوم کے کنارے کنارے ہو اور تمہاری جنوبی سرحد دریائے شور کے آخر سے شروع ہو کر مشرق کو جائے۔ وہاں سے تمہاری سرحد عقرابیم کی چڑھائی کے جنوب تک پہنچ کر مڑے اور صین سے ہوتی ہوئی قادس برنیع کے جنوب میں جا کر نکلے اور حصرادار سے ہو کر عضمون تک پہنچے۔ پھر یہی سرحد عضمون سے ہو کر گھومتی ہوئی مصر کی نہر تک جائے اور سمندر کے ساحل پر ختم ہو۔ اور مغربی سمت میں بڑا سمندر اور اس کا ساحل ہو۔ سو یہی تمہاری مغربی سرحد ٹھہرے۔ اور شمالی سمت میں تم بڑے سمندر سے کوہ ہور تک اپنی حد رکھنا۔ پھر کوہِ ہور سے حمات کے مدخل تک تم اس طرح اپنی حد مقرر کرنا کہ وہ صداد سے جا ملے۔ اور وہاں سے ہوتی ہوئی زِفرون کو نکل جائے اور حصر عینان پر جا کر ختم ہو۔ یہ تمہاری شمالی سرحد ہو۔ اور تم اپنی مشرقی سرحد حصر عینان سے لے کر سفام تک باندھنا۔ اور یہ سرحد سفام سے ربلہ تک جو عین کے مشرق میں ہے جائے اور وہاں سے نیچے کو اُترتی ہوئی کنرت کی جھیل کے مشرقی کنارے تک پہنچے۔ اور پھر یردن کے کنارے کنارے نیچے کو جا کر دریائے شور پر ختم ہو۔ ان حدود کے اندر کا ملک تمہارا ہو گا۔" (گنتی ۳۴ : ۲-۱۲)

آخر میں "کتابِ استثنا" میں بنی اسرائیل سے ایک دفعہ اور خطاب فرماتے ہوئے ان کے لئے نصیحت ہے کہ:

"اس لئے میری باتوں کو تم اپنے دل میں اور اپنی جان میں محفوظ رکھنا اور نشان کے طور پر ان کو اپنے ہاتھوں پر باندھنا اور وہ تمہاری پیشانی پر ٹیکوں کی مانند ہوں۔ اور تم ان کو اپنے لڑکوں کو سکھانا اور تو گھر بیٹھے اور راہ چلتے اور لیٹتے اور اٹھتے وقت ان ہی کا ذکر کیا کرنا۔ اور تو ان کو اپنے گھر کی چوکھٹوں پر اور پھاٹکوں پر لکھا کرنا۔ تاکہ جب تک زمین پر آسمان کا سایہ رہے تمہاری اور تمہاری اولاد کی عمر اس ملک میں دراز ہو جس کو خداوند نے تمہارے باپ دادا کو دینے کی قسم ان سے کھائی تھی۔ کیونکہ اگر تم ان سب حکموں کو' جو میں تم کو دیتا ہوں' جانفشانی سے مانو اور ان پر عمل کرو' اپنے خداوند سے محبت رکھو اور اس کی سب راہوں پر چلو اور اس سے لپٹے رہو تو خداوند ان سب قوموں کو تمہارے آگے سے نکال ڈالے گا اور تم ان قوموں پر' جو تم سے بڑی اور زور آور ہیں' قابض ہوگے۔ جہاں جہاں تمہارے پاؤں کا تلوا ٹکے وہ جگہ تمہاری ہو جائیگی' یعنی بیابان اور لُبنان سے اور دریائے فرات سے مغرب کے سمندر تک تمہاری سرحد ہوگی۔ اور کوئی شخص وہاں تمہارا مقابلہ نہ کر سکے گا۔ کیونکہ تمہارا خدا تمہارا رعب اور خوف اس تمام ملک میں' جہاں کہیں تمہارے قدم پڑیں' پیدا کر دے گا۔ جیسا اس نے تم سے وعدہ کیا ہے۔" (استثنا ۱۱ : ۱۸-۲۵)

تورات کی "کتاب پیدائش" میں یہ بالکل واضح ہے کہ کنعان کی سرزمین ابراہیم علیہ السلام کو ان کے اس اہم منصب کے نتیجہ میں دی گئی تھی جس پر اللہ تعالیٰ نے ان کو فائز کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ ایک عہد باندھا جس میں تحفتاً یہ زمین ان کو ملی۔ اور زمین کی وراثت ابراہیمؑ کی اولاد کو عطا ہوئی۔ کتاب پیدائش میں اس سرزمین کی ملکیت ابراہیم اور ان کی اولاد کو دیتے وقت کہیں اشارتاً بھی یہ نہیں کہا گیا کہ وراثت کا حق ابراہیم علیہ السلام کی اولاد کے صرف ایک حصہ یعنی بنی اسرائیل کو دیا گیا ہے' اور دوسرے حصہ یعنی بنی اسمٰعیل کو اس سے خارج کر دیا گیا ہے۔

"گنتی" میں اور پھر "استثنا" میں صاف اور غیر مشکوک الفاظ میں بنی اسرائیل کو خطاب کیا گیا ہے کہ وہ کنعان کی سرزمین میں داخل ہوں' جو اس وقت تک ان ہی کی ملکیت تھی۔ لیکن ان کی ملکیت کے دعویٰ کی بنیاد اس وقت بھی ابراہیم علیہ السلام اور ان کی اولاد سے کیا جانے والا پرانا وعدہ تھا۔ کہیں بھی "گنتی" میں یا "استثنا" میں بنی اسمٰعیل کے زمین کے حق شراکت سے محروم یا بے دخل ہونے کا ذکر نہیں ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ "پیدائش" یا "گنتی" یا "استثنا" میں اس زمین کے رقبہ کے بارے میں اختلاف ہے جو ابراہیم علیہ السلام کو دی گئی۔ یہ اختلاف واضح طور پر موجودہ تورات میں انسانی مداخلت کی وجہ سے ہے۔

فلسطین۔ خالص یہودی حق؟

تورات میں اس سرگزشت کی تفصیل موجود ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کو ان کے بیٹے اسمٰعیل علیہ السلام کی پیدائش کے ۱۳ سال بعد خوشخبری دی جاتی ہے کہ ان کی معمر بیوی سارہ کے ہاں ایک بیٹے اسحٰق علیہ السلام کی ولادت ہو گی۔ تورات میں یہ بھی مذکور ہے کہ ابراہیم علیہ السلام اس خبر پر بہت حیران اور بے یقینی کی کیفیت میں تھے۔

"اور ابراہام نے خدا سے کہا کہ کاش اسمٰعیلؑ ہی تیرے حضور جیتا رہے۔"
(پیدائش ۱۷ : ۱۸)

اس پر تورات میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب مذکور ہے جو اس سے بھی زیادہ حیران کن ہے۔

"تب خدا نے فرمایا کہ بیشک تیری بیوی سارہ کے تجھ سے بیٹا ہو گا۔ تو اس کا نام اضحاق رکھنا اور اس سے اور پھر اس کی اولاد سے اپنا عہد' جو ابدی عہد ہے' باندھوں گا۔ اور اسمٰعیل کے حق میں بھی میں نے تیری دُعا سنی۔ دیکھ میں اسے برکت دوں گا اور اسے بہرہ مند کروں گا اور اسے بہت بڑھاؤں گا۔ اور اس سے بارہ سردار پیدا ہوں گے اور میں اسے بڑی قوم بناؤں گا۔ لیکن میں اپنا عہد اضحاق سے باندھوں گا جو اگلے سال اسی وقت معین پر سارہ سے پیدا ہو گا۔" (پیدائش ۱۷ : ۱۹۔۲۱)

اس حیران کن جواب نے بغیر کسی وجہ اور دلیل کے اسمٰعیل علیہ السلام کو اس "عہد" میں اپنے باپ اور مستقبل میں آنے والے بھائی کے ساتھ شراکت سے بے دخل کر دیا۔ بلکہ موجودہ تورات نے ابراہیم علیہ السلام کے پہلے بیٹے اسماعیلؑ کے لئے اس سے بھی سخت مشکلات پیدا کی ہیں۔ جب سارہ سلام علیہا نے انہیں اور ان کی ماں کو اپنے مورث اعلیٰ یعنی ابراہیم علیہ السلام کے گھر سے جلا وطن کرنے کا مطالبہ کر دیا۔

"اور خدا نے ابراہام سے کہا کہ تجھے اس لڑکے اور اپنی لونڈی کے باعث برا نہ لگے۔ جو کچھ سارہ تجھ سے کہتی ہے تو اس کی بات مان کیونکہ اضحاق سے تیری نسل کا نام چلے گا اور اس لونڈی کے بیٹے سے بھی میں ایک قوم پیدا کروں گا' اس لئے کہ وہ تیری نسل ہے"۔ (پیدائش ۲۱ : ۱۲۔۱۳)

تورات میں اگرچہ اسمٰعیل علیہ السلام کو ابراہیم علیہ السلام کی نسل قرار دیا گیا ہے' اور اللہ تعالیٰ نے اس کی اولاد کو ایک بڑی قوم کے طور پر بڑھانے کی بشارت بھی دی ہے' تاہم تورات بتاتی ہے کہ ابراہیمؑ کی نسل اسمٰعیلؑ سے نہیں چلے گی۔ اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد کو ابراہیم علیہ السلام کی نسل کا درجہ نہ دینے کی کوئی معقول توجیہ نہیں کی گئی۔ حالانکہ تورات نے ہاجرہ سلام علیہا کو ابراہیم علیہ السلام کی بیوی

تسلیم کیا ہے۔

"اور ابراہام کو ملک کنعان میں رہتے دس برس ہو گئے تھے جب اس کی بیوی ساری نے اپنی مصری لونڈی ہاجرہ اسے دی کہ اسکی بیوی بنے" (پیدائش ۱۶ : ۳)

ابرہیم علیہ السلام نے بیٹے کے لئے دُعا کی' اور جب اُن کا بیٹا اس عورت کے بطن سے جو ان کی بیوی تھیں پیدا ہوا تو وہ ان کی نسل بنے۔ اگر اسمٰعیل علیہ السلام' ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے تھے تو صرف اسحاق علیہ السلام کی نسل کو ابراہیمؑ کی نسل قرار دینا کہاں کا انصاف ہے؟ اسمٰعیل علیہ السلام کے اخراج کو جائز قرار دینے کیلئے کسی نے بابل کے بُت پرست بادشاہ ہمورابی کا قانون بطور سند استعمال کیا ہے۔ لیکن یہ بہت ہی غیر اخلاقی اور غیر مدلل ہے کہ بابل کے بُت پرست بادشاہ ہمورابی کا قانون ابراہیم علیہ السلام کے کردار کو سمجھنے' جانچنے یا توضیح کرنے کیلئے استعمال کیا جائے' جب کہ ابراہیم علیہ السلام نے پہلی دفعہ زمین پر ایک سچا دین قائم کیا جو نتیجتاً سب سے منفرد تھا۔ ہمورابی بابل کی پہلی بادشاہت کا چھٹا بادشاہ تھا(۱۷۹۲۔۱۷۵۰ق م) ہمورابی دراصل عمورابی کا بگڑا ہوا نام ہے۔ جس کا مادہ عم ہے جو بت پرست عرب میں خدا کے نام کے طور پر مستعمل تھا۔

اس ناانصافی کے ساتھ تذلیل شامل کرنے کے لئے تحریف شدہ تورات بیان کرتی ہے کہ حاملہ ہاجرہ سلام علیہا کو ایک فرشتہ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے مطلع فرمایا کہ جو بیٹا اسمٰعیلؑ وہ جنے گی:

".....وہ گورخر کی طرح آزاد مرد ہوگا۔ اس کا ہاتھ سب کے خلاف اور سب کے ہاتھ اس کے خلاف ہوں گے۔ (یعنی سب اس سے نفرت کریں گے اور اس سے لڑیں گے).....' (پیدائش ۱۶ : ۱۲)

موجودہ تورات کے اسمٰعیل علیہ السلام کو عہد سے خارج کرنے' اپنے والد کی وراثت سے محروم کرنے اور انہیں شیطانی کردار دینے کے رویہ ہی کو آج یہودی اپنے اس دعویٰ کے صحیح ہونے کو کہ صرف وہ ہی اللہ کے چنے ہوئے بندے ہیں' استعمال کرتے ہیں۔ لہٰذا اسی بنیاد پر ان کا بلاشرکت غیرے متبرک سرزمین پر ملکیت کا حق ہے!۔

لیکن کیا یہ اصلی تورات ہے جو صورت حال کو اس طرح بیان کرتی ہے؟ یا یہ تحریف شدہ تورات ہے؟ اور کیا آج کے یہودی بھی اللہ تعالیٰ کے چنے ہوئے بندے ہیں؟ اور یہ سوال اپنے جگہ موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسمٰعیلؑ کو کیوں اس حق سے محروم کیا اور بنی اسرائیل کو بلاشرکت غیرے یہ حق عطا کیا جیسا کہ تحریف شدہ تورات میں مذکور ہے؟ ایک ہی باپ ابراہیم علیہ السلام کے دو بیٹوں اسمٰعیل علیہ السلام اور اسحٰق علیہ السلام کے مرتبہ میں یہ کون سا بنیادی فرق ہے جس کی بنا پر ایک چنا ہوا اور دوسرا خارج شدہ اور محروم ہے؟

باب دوم

قرآن مجید اور متبرک سرزمین

قرآن مجید میں کنعان یا (فلسطین) کی متبرک سرزمین کا ابراہیم علیہ السلام کو عطا کیے جانے کے بارے میں کوئی ذکر نہیں ہے۔ قرآن مجید میں جو مذکور ہے وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں جلائے جانے سے بچایا اور اس کے بعد ابراہم علیہ السلام اور لوط علیہ السلام کی فلسطین کی متبرک سر زمین کی طرف رہنمائی کی :

﴿ قَالُوْا حَرِّقُوْهُ وَانْصُرُوْٓا اٰلِهَتَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ○ قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ○ وَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ ○ وَنَجَّيْنٰهُ وَلُوْطًا اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا لِلْعٰلَمِيْنَ ○ ﴾

(الانبیاء۲۱ : ۶۸-۷۱)

"وہ بولے : اس کو جلاؤ اور اپنے معبودوں کی مدد کرو اگر کچھ کرتے ہو۔ ہم نے کہا : اے آگ ابراہیمؑ پر سلامتی والی ٹھنڈی ہو جا۔ وہ اس کا برا چاہنے لگے۔ پھران ہی کو ہم نے نقصان میں ڈالا۔ اور ہم نے اس کو اور لوط کو اس سرزمین کی طرف بچا نکالا جس میں ہم نے جہان والوں کے لئے برکت رکھی تھی"۔

اب ابراہیم علیہ السلام اور لوط علیہ السلام کو بُت پرستوں کی سرزمین سے نکال کر اللہ تعالیٰ نے اُس سر زمین میں داخل کر دیا جس میں تمام انسانیت کے لئے برکت رکھی گئی ہے۔ اس اشارے سے صاف ظاہر ہے کہ فلسطین کی متبرک سرزمین ابراہیم علیہ السلام کے پیرو کاروں کے لئے ہے۔ ابراہیم علیہ السلام کی وفات کے وقت صرف بنی اسرائیل ہی اس سرزمین میں موجود ایسے لوگ تھے جو ابراہیم علیہ السلام کے دین پر کاربند تھے۔ لہٰذا اُس وقت یہ سرزمین انہی کا حق تھا۔ ابراہیم علیہ السلام کی وفات کے بعد ان کے پوتے یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹے یوسف علیہ السلام کے کہنے پر بنی اسرائیل کو اس سرزمین سے نکل کر مصر میں رہنے کی ہدایت کی۔ تقریباً ۴۰۰ سال مصر میں رہنے کے بعد جب وہ غلام بنالئے گئے تھے تو موسیٰ علیہ السلام ان کو مصر سے نکال کر صحرائے سینا میں لے گئے۔ فرعون کی غلامی سے آزادی کے بعد موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے کہا :

﴿ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَعَلَ فِيْكُمْ اَنْۢبِيَآءَ وَجَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا ۖ وَّاٰتٰىكُمْ مَّا لَمْ يُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ

الْعٰلَمِيْنَ○ يٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِيْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَرْتَدُّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ○ ﴾ (المائدۃ ۵ : ۲۰-۲۱)

"اور جب کہا موسیٰؑ نے اپنی قوم سے : اے قوم اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کے احسان کو یاد کرو جب تم میں نبی پیدا کئے گئے اور تم کو بادشاہ بنا دیا اور تم کو وہ کچھ دیا جو اس دُنیا میں کسی اور کو نہیں دیا تھا۔ اے میری قوم! اس مقدس سرزمین میں داخل ہو جاؤ جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے مقدر کر دی ہے۔ اور اپنی پیٹھ کی طرف نہ لوٹو ورنہ نقصان اُٹھانے والے بن جاؤ گے"۔

اس طرح قرآن مجید تورات کے اس دعویٰ کی تائید کرتا ہے کہ کنعان کی متبرک سرزمین بنی اسرائیل کو عطا کی گئی تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ صیہونی تحریک' یہودی قوم اور اسرائیل کی ریاست تینوں نے جان بوجھ کر قرآن مجید کے اس اہم بیان کی سیاق وسباق کے تحت صحیح عکاسی سے گریز کیا ہے۔ جو ایک لمحہ فکریہ ہے۔[1] قرآن مجید آگے بیان کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو ہدایت کہ وہ اس سرزمین کو حاصل کرنے کے لئے جنگ لڑیں اور پھر اس حکم کی خلاف ورزی کرنے پر بنی اسرائیل کو سزا دی گئی۔

﴿ قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِنَّ فِيْهَا قَوْمًا جَبَّارِيْنَ ۖ وَاِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَا حَتّٰى يَخْرُجُوْا مِنْهَا ۚ فَاِنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا فَاِنَّا دٰخِلُوْنَ○ ﴾ (المائدۃ ۵ : ۲۲)

"وہ بولے اے موسیٰؑ وہاں ایک زبردست قوم آباد ہے۔ اور ہم ہرگز وہاں نہ جائیں گے جب تک کہ وہ وہاں سے نہ نکل جائیں۔ پھر اگر وہ وہاں سے نکل جائیں تو ہم ضرور وہاں داخل ہوں گے"۔

﴿ قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَآ اَبَدًا مَّا دَامُوْا فِيْهَا فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ○ ﴾ (المائدۃ ۵ : ۲۴)

"وہ بولے : اے موسیٰ ہم ہرگز وہاں نہ جائیں گے جب تک وہ وہاں رہیں گے۔ سو تو جا اور تیرا رب اور تم دونوں لڑو ہم تو یہیں بیٹھے ہیں"۔

قرآن مجید میں صورتحال واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس متبرک سرزمین کا بلا شرکت غیرے اور غیر مشروط حق کسی کو نہیں دیا۔ یہ متبرک سرزمین اس وقت تک بنی اسرائیل کی ملکیت تھی جب تک کہ وہ دینِ ابراہیم علیہ السلام کے وفادار تھے۔ تقویٰ اور نیک کرداری اس نظامِ زندگی کا بنیادی وصف ہے جو اللہ وحدہ لاشریک نے پسند فرمایا ہے۔ یہودیوں کا رویہ موسیٰ علیہ السلام کی ساتھ چالبازی کا تھا۔ انہوں نے ابراہیم علیہ السلام کے مذہب کی روح سے انحراف کیا' اس لئے ان کو اللہ تعالیٰ کی

طرف سے سزا ملی۔ وہ سزا یہ تھی کہ چالیس سال تک وہ اس سرزمین میں داخلے سے محروم کر دیئے گئے۔

﴿ قَالَ رَبِّ اِنِّیۡ لَاۤ اَمۡلِکُ اِلَّا نَفۡسِیۡ وَاَخِیۡ فَافۡرُقۡ بَیۡنَنَا وَبَیۡنَ الۡقَوۡمِ الۡفٰسِقِیۡنَ ○ ﴾ (المائدۃ ۵ : ۲۵)

"موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا اے اللہ میرا اختیار تو صرف میری جان اور میرے بھائی پر ہے۔ تو ہم میں اور اس فاسق قوم میں جدائی فرمادے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ سرزمین چالیس سال تک ان پر حرام کر دی گئی ہے' یہ زمین میں بھٹکتے پھریں گے۔ تو اس فاسق قوم پر افسوس نہ کر"۔

چنانچہ وہ چالیس سال تک صحرائے سینا میں بھٹکتے رہے' جہاں ان سرکش منکروں کی ایک نسل (Generation) ختم ہو گئی اور یہ بعد میں آنے والی نسل تھی جو ۴۰ سال بعد اس متبرک سرزمین میں داخل ہو سکی اور جس نے اسرائیلی ریاست قائم کی۔ یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ فلسطین کی سرزمین کی ملکیت کا حق تقویٰ اور نیک کرداری کے ساتھ مشروط تھا کہ اگر بنی اسرائیل دوبارہ میثاق سے انحراف کریں گے تو ایک مرتبہ پھر یہ سرزمین ان سے چھین لی جائے گی۔ فی الواقع انہوں نے اللہ تعالیٰ سے اپنے میثاق کی خلاف ورزی کی۔ چنانچہ قرآن مجید کی سورۃ بنی اسرائیل میں اللہ تعالیٰ نے دو واقعات خصوصی طور پر بیان فرمائے ہیں کہ ان کی اس میثاق سے بغاوت اتنی بڑھی کہ اللہ تعالیٰ نے دو مرتبہ طاقتور فوجوں کو بنی اسرائیل کی تباہی و بربادی کے لئے بھیجا' جنہوں نے دونوں مرتبہ ان کو اس متبرک سرزمین سے نکال باہر کیا۔

تورات کے بیان کے مطابق بنی اسرائیل کا اس سرزمین پر حق ملکیت کسی مستحسن کام یا استحقاق کی بنیاد پر نہیں تھا' بلکہ تورات تو بچھڑے کی پوجا' بنی اسرائیل کی نافرمانی اور موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ان کے سرکش رویہ پر ان کو ملامت کرتی ہے۔ اور بتاتی ہے کہ ان بداعمالیوں کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ انعام دیا۔

"تم جان لو کہ خداوند تمہارا خدا تمہاری صداقت کے سبب سے یہ اچھا ملک تمہیں قبضہ کرنے کے لئے نہیں دے رہا ہے' کیونکہ تم ایک سرکش قوم ہو" (استثنا ۹ : ۶)

کتاب استثناء چند اسرائیلی افراد نے لکھی ہے اور اسے اس دعویٰ کے ساتھ پیش کیا ہے کہ یہ تورات کا ایک گمشدہ باب ہے۔ لیکن در حقیقت یہ گمشدہ باب نہیں بلکہ تحریف شدہ تورات ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ تقویٰ اور نیک کرداری کو اس سرزمین کی ملکیت کے لئے لازم اور ناگزیر شرط قرار نہیں دیتی۔ قرآن مجید نے بالخصوص اس نکتے کو تورات کی اصل تحریر میں تحریف قرار دیا

ہے۔

﴿ وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ ○ ﴾ (الانبیاء۲۱ : ۱۰۵)

"اور ہم نے زبور میں نصیحت کے بعد یہ لکھ دیا ہے کہ اس سرزمین پر میرے نیک بندے مالک ہوں گے"۔

بالفاظ دیگر قرآن مجید زبور کے ان الفاظ کی تصدیق کرتا ہے کہ اس متبرک سرزمین کی ملکیت کے لئے نیک کرداری ایک ناگزیر شرط ہے۔ اور یہ بات مندرجہ بالا استثناء۹ : ۶ کو باطل قرار دیتی ہے۔ کیونکہ تورات کے یہ الفاظ یقیناً اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں ہیں بلکہ کسی انسان نے خود تحریر کر کے لوگوں میں مشہور کر دیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ اس کے برعکس زبور نے قرآن مجید کی تصدیق کی ہے :

"وہ کون ہے جو خداوند سے ڈرتا ہے۔ خداوند اس کو اسی راہ کی تعلیم دے گا جو اسے پسند ہے۔ اس کی جان راحت میں رہے گی۔ اور اس کی نسل زمین کی وارث ہو گی۔ خداوند کے راز کو وہی جانتے ہیں جو اس سے ڈرتے ہیں۔ اور وہ اپنا عہد ان کو بتائے گا"۔ (زبور ۲۵ : ۱۲۔۱۴)

"لیکن حلیم ملک کے وارث ہوں گے' اور سلامتی کی فراوانی سے شادماں رہیں گے"۔ (زبور ۳۷ : ۱۱)

صادق زمین کے وارث ہونگے۔ اور اس میں ہمیشہ بسے رہیں گے۔ (زبور ۳۷ : ۲۹)

اور اسی بات کی تصدیق عیسیٰ علیہ السلام نے کی :

مبارک ہیں وہ جو حلیم ہیں' کیونکہ وہ زمین کے وارث ہوں گے۔ (انجیل متی ۵ : ۵)

ہم یہ نتیجہ اخذ کرنے میں پوری طرح حق بجانب ہوں گے کہ بنی نوع انسان میں سے فلسطین کی سرزمین صرف ان کو دی گئی ہے جو ابراہیم علیہ السلام کے دین کے مطابق عمل کرتے رہیں گے۔ ہم یہ نتیجہ بھی اخذ کرنے میں حق بجانب ہوں گے کہ یہ لازم ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کا دین اس متبرک سر زمین میں قائم کیا جائے اور قائم رکھا جائے تاکہ بنی نوع انسان کے لئے نمونہ بنے۔ چنانچہ چالیس برس کی صحرانوردی کے بعد بنی اسرائیل کا اس سرزمین میں داخلہ صرف اس مقصد کے لئے تھا کہ وہ وہاں ابراہیم علیہ السلام کا دین قائم کریں اور اس وجہ سے ہرگز نہیں تھا کہ وہ ابراہیم کی نسل سے ہیں۔ بنی اسرائیل کا اس زمین پر حق ملکیت ابراہیم علیہ السلام دین کے مطابق زندگی گزارنے کے ساتھ مشروط تھا۔

قرآن مجید میں یہ بیان بھی ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے خاندان کے ایک حصہ یعنی اپنی بیوی ہاجرہ سلام علیہا اور بیٹے اسمٰعیل علیہ السلام کو عرب میں اللہ کے گھر کے پاس آباد کیا۔ یہ وہ مقام ہے جہاں آدم علیہ السلام نے عبادت کی تھی' یعنی مکّہ مکرمہ میں جہاں دُنیا کی سب سے پہلی مسجد بنائی گئی تھی۔ قرآن بتاتا ہے کہ ابراہیمؑ اور اسمٰعیل علیہما السلام نے بالآخر وہ مسجد دوبارہ تعمیر کی۔ چنانچہ ابراہیم علیہ السلام کی نسل کے ایک حصے یعنی بنی اسمٰعیل کے ذمے ابراہیم علیہ السلام کے دین کو عرب میں قائم کرنا تھا' جب کہ ان کی نسل کا دوسرا حصہ یعنی بنی اسرائیل فلسطین کی متبرک سرزمین میں جہاں سلیمان علیہ السلام نے ہیکل تعمیر کیا تھا' اس دین کو قائم کرنے کا ذمہ دار تھا۔ چونکہ اسمٰعیل علیہ السلام بھی ابراہیم علیہ السلام کے دین کے مطابق زندگی گزار رہے تھے۔ لہٰذا ان کا اور ان کی اولاد یعنی بنی اسمٰعیل کا بھی اس متبرک سر زمین پر حق تھا۔ جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

﴿ .... اِلَى الْاَرْضِ الَّتِیْ بٰرَكْنَا فِیْهَا لِلْعٰلَمِیْنَ ۝ ﴾ (الانبیاء ۲۱ : ۷۱)

"... اس زمین کی طرف جو ہم نے تمام بنی نوع انسان کے لئے متبرک بنائی"۔

تاہم حضرت محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت حالات یکسر تبدیل ہو چکے تھے۔ بنی اسرائیل نے اللہ تعالیٰ سے اپنے میثاق کی خلاف ورزی کر کے ابراہیم علیہ السلام کے دین سے اس حد تک بے وفائی کا رویہ اختیار کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے فلسطین میں واقع ہیکل کو دو دفعہ تباہ کرایا اور دونوں دفعہ بنی اسرائیل کو وہاں سے ملک بدر ہونا پڑا۔ (سورہ بنی اسرائیل ۱۷ : ۱۔۸) اس مسجد کی دوسری تباہی کے بعد اللہ تعالیٰ نے اعلان فرمایا کہ اب بنی اسرائیل کی آئندہ واپسی اور انکی ریاست کی تجدید منع فرمادی گئی ہے۔

﴿ وَحَرٰمٌ عَلٰی قَرْیَةٍ اَهْلَكْنٰهَا اَنَّهُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ ۝ حَتّٰۤی اِذَا فُتِحَتْ یَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ یَّنْسِلُوْنَ ۝ ﴾

(الانبیاء ۲۱ : ۹۵۔۹۶)

"اور مقرر ہو چکا ہے ہر بستی (یعنی یروشلم) پر جس کو ہم نے غارت کر دیا اور وہاں کے رہنے والوں کو نکال دیا) کہ وہ پھر کر نہیں آئیں گے (یعنی انکی حکومت قائم نہیں ہو گی) یہاں تک کہ جب یاجوج ماجوج کھول دیے جائیں گے اور وہ ہر اونچان سے پھسلتے چلے آئیں گے۔ (یعنی جب وہ دُنیا کا نظام سنبھال لیں گے)"۔

محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کے وقت ہیکل سلیمانی ۶۰۰ سال سے ویران پڑا تھا۔ قرآن فرماتا ہے کہ محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ماننے والے اب بنی اسرائیل کے مقابلے میں دین ابراہیم علیہ السلام سے زیادہ مناسبت رکھتے ہیں۔ (آل عمران ۳ : ۶۸) محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی اللہ تعالیٰ کے آخری پیغمبر کی حیثیت سے

بعثت نے ایک نئی اُمت مسلمہ پیدا کر دی ہے اور اب بنی اسرائیل کی جگہ یہ اللہ تعالیٰ کے چنے ہوئے لوگ ہیں :

﴿ وَ جَاهِدُوْا فِيْ اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ هُوَ اجْتَبٰكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ؕ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ ؕ هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ۙ . . ﴾

(الحج ۲۲ : ۷۸)

"اور محنت کرو اللہ کے واسطے جیسا کہ چاہیئے اس کے لئے محنت۔ اس نے تم کو پسند کر لیا اور تم پر دین میں کوئی مشکل نہیں رکھی (جیسا کہ بنی اسرائیل پر تھی) یہ دین تمہارے باپ ابراہیمؑ کا ہے۔ اس نے تمہارا نام مسلمان رکھا..."

چنانچہ اب مسلمان اللہ تعالیٰ کے چنے ہوئے بندے بنے' جو ابراہیم علیہ السلام کے دین کو قائم کرنے کے ذمہ دار ہیں۔ انہوں نے فلسطین کی متبرک سرزمین فتح کی' وہاں دوبارہ مسجد تعمیر کی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صحیح دین کو قائم کیا۔ یہ مسجد اب ۱۴۰۰ سال سے موجود ہے' جسے اللہ تعالیٰ نے تباہ نہیں کیا۔ اگرچہ یہودیوں نے دوبارہ فلسطین کی متبرک سرزمین پر اپنا کنٹرول قائم کر لیا ہے' جیسے کہ قرآن مجید کی پیش گوئی تھی' لیکن یہ کنٹرول اللہ تعالیٰ کی رضا کے خلاف ہے۔

اسرائیلی ریاست کا قیام تب ہی ممکن ہوا جب اللہ تعالیٰ نے وہ رکاوٹ یا دیوار اٹھا دی جو ذوالقرنین نے یاجوج وماجوج نامی شیطانی قوتوں کو محصور کرنے کے لئے بنائی تھی۔ یاجوج وماجوج کی تہذیب جو آج دنیا پر چھا گئی ہے یہی لادینی مغربی تہذیب ہے۔ دو عالمی جنگوں میں مشرقی اور مغربی یورپ کی طاقتیں باہم مقابلے پر آ چکی ہیں۔ اگر مسیح الدجال کی مدد لادینی یورپی تہذیب کے لئے یاجوج وماجوج کو پیدا نہ کرتی تو یہودی کبھی اسرائیلی ریاست بنانے میں کامیاب نہ ہوتے۔[۲]

یہودی ریاست قریباً مکمل طور پر قائم ہو چکی ہے۔ اب صرف ان کے ہیکل کی تعمیر باقی ہے۔ تاہم یہودی ابھی تک اس کی تعمیر میں کامیاب نہیں ہو سکے۔ آخر کیوں؟

اللہ تعالیٰ نے "چنے ہوئے لوگ" "چنی ہوئی قوم" اور "ابراہیم علیہ السلام کی نسل" جیسی اصطلاحات کے ساتھ وابستہ تمام غلط فہمیوں کا خاتمہ کر دیا ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام بغیر کوئی نسل چھوڑے آسمان پر اُٹھا لئے گئے۔ زکریا علیہ السلام کے ایک بیٹے یحییٰ علیہ السلام تھے جو بغیر کوئی نسل چھوڑے قتل کر دیئے گئے تھے۔ اس طرح اسحاق علیہ السلام کی نسل میں پیغمبروں کے سلسلہ کا خاتمہ ہو گیا۔ دوسری طرف اللہ تعالیٰ نے محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نرینہ اولاد کو زندہ نہیں رکھا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد اسمٰعیل علیہ السلام کی نسل میں بھی پیغمبروں کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ درحقیقت بنی اسمٰعیل میں صرف محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم ہی پیغمبر ہوئے۔ چنانچہ ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے پیغمبروں کا جو سلسلہ قائم ہوا تھا وہ اپنی تکمیل

کو پہنچ گیا۔ محمد ﷺ کے بعد اب کوئی پیغمبر نہیں ہو گا۔ اب اس سلسلہ کی جگہ محمد رسول اللہ ﷺ کو ماننے والی اُمت کو مبعوث کر دیا گیا ہے۔ اب یہ "چنی ہوئی اُمت" ہے' اس لئے نہیں کہ یہ ابراہیم علیہ السلام کی نسل میں سے ہے بلکہ اس لئے کہ یہ ابراہیم علیہ السلام کے دین پر عمل پیرا ہے۔ اب یہ چنی ہوئی اُمت ہے جسے فلسطین کی متبرک سرزمین اور سلیمان علیہ السلام کی مسجد پر کنٹرول حاصل ہونا چاہیئے۔ کیونکہ اب دُنیا میں ابراہیم علیہ السلام کا دین صرف اسلام کی شکل میں باقی ہے۔ بدقسمتی سے یہ اُمت اس وقت غفلت میں ہے۔ اگر یہودیوں نے کبھی ہیکل بنانے کی کوشش کی تو انہیں مسجد اقصیٰ کو گرانا پڑے گا۔ لیکن اگر انہوں نے مسجد اقصیٰ کو گرایا تو ان کے تمام منصوبے ناکام ہو جائیں گے۔ کیونکہ اس طرح وہ عالم اسلام کو اس غفلت سے جگانے کا سبب بن جائیں گے۔ یقیناً اس واقعہ سے عالم اسلام اس غفلت سے اپنی تمام تر قوت اور غیظ و غضب کے ساتھ جاگ اٹھے گا۔ یہودیوں کو اس خطرناک کام کی ہمت نہیں کرنی چاہیئے' لیکن وہ بعینہٖ اسی طرح کریں گے۔ اور جب یہ کام ہو جائے گا تو اسلام اپنی پوری طاقت سے دُنیا میں اُبھرے گا۔ یقیناً اسلامی افواج ایک امام [۳] کی قیادت میں' جو جلد ہی ظاہر ہو گا' اسرائیلی ریاست کو تہس نہس کر دیں گی۔ یہ حضور اکرم ﷺ کی پیشین گوئی ہے۔

حواشی

۱) اس آیت کا حوالہ اس تار میں دیا گیا ہے جو اسرائیلی وزیراعظم بیگن نے مصری صدر انوار السادات کو اسرائیل' مصر امن معاہدے پر دستخط کے موقع پر بھیجا تھا۔ یہ امر معنی خیز ہے کہ جامعہ الازہر نے اس تار پر تبصرے سے گریز کیا۔

۲) اس موضوع پر مصنف کی کتاب "سورۃ الکہف اور دورِ جدید" عنقریب شائع ہو گی' ان شاء اللہ۔

۳) "امام" سے مراد امام مہدی ہیں۔

عن عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ :

خَیْرُکُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهٗ

"تم میں بہترین وہ ہے جس نے خود قرآن سیکھا اور اسے دوسروں کو سکھایا"